سیرت سید احمد شہیدؒ

سید ابوالحسن علی ندوی

سیرت سید احمد شہیدؒ

(یعنی)

حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی اور آپ کے رفقاء کے سوانح حیات
اور ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد و تنظیم، اصلاح و تجدید
واحیاء خلافت کی تاریخ

(از)

سید ابوالحسن علی ندوی

(باہتمام)

سید توسل حسین

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوئی

بار دوم

قیمت ———— دو روپیہ (عہ)

دسمبر ۱۹۴۱ء سنہ

نزہتہ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر (عربی) یہ آٹھ جلدوں میں عربی میں مشاہیر ہندوستان کا تذکرہ ہے اور والد مرحوم کی تصنیف و سرمایۂ حیات ہے، اس میں تیرھویں صدی کے اعیان میں سید صاحب اور ان کے رفقاء کا تذکرہ ہے۔

مطبوعہ

مخزن احمدی (فارسی) سید صاحبؒ کے بڑے بھانجے مولانا سید محمد علی کی تصنیف اور سید صاحبؒ کے ابتدائی حالات میں (حج سے واپسی تک) سب سے بڑا ماخذ ہے، مولوی صاحب مرحوم سید صاحبؒ سے عمر میں بڑے، اکثر واقعات کے چشمدید گواہ اور رفیق سفر تھے نواب محمد علی خاں کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی، اب نایاب ہے، ندوۃ العلماء کے کتبخانہ میں موجود ہے۔

سوانح احمدی و تواریخ عجیب (اردو) پہلی کتاب سید صاحبؒ کے حالات میں سب سے مکمل اور مقبول و مشہور کتاب ہے جس سے سید صاحبؒ کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی، مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری ایسر پورٹ بلیر و متہم مقدمہ سازش کی تصنیف ہے، آپ سید صاحبؒ کے خلفاء سے بیعت اور سید صاحبؒ کے نہایت سچے اور پرجوش معتقد تھے، جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اس وقت اس سے زیادہ تصریح شائد خطرہ سے خالی نہ تھی اور اس وقت اس کی اشاعت ہی ایک خطرناک کام تھا، عام حالات و واقعات میں زیادہ تر یہی کتاب ماخذ ہے۔ دوسری کتاب (تواریخ عجیب) مصنف کی آپ بیتی ۱۸۶۴ء کے مشہور مقدمہ سازش، انبالہ جیل اور کالے پانی کی سرگزشت اور مصائب و استقامت کی نہایت

عبرت ناک اور مؤثر داستان ہے، اس کا دوسرا نام "کالا پانی" ہے۔

وصایا الوزیر علیٰ طریقۃ البشیر والنذیر (فارسی) یہ نواب وزیر الدولہ مرحوم والیٔ ریاست ٹونک کی تصنیف ہے

جو وصایائے وزیری کے نام سے مشہور ہے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ نواب محمد علی خاں مرحوم والیٔ ریاست ٹونک کے عہد حکومت میں مرتب ہوکر ۱۲۸۶ھ میں مطبع محمدی ٹونک میں طبع ہوئی، اس کتاب میں نواب صاحب مرحوم نے اپنے جانشینوں کو اتباع سنت، احکام شریعت کے اجراء اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر چلنے کی تلقین کی ہے اور ریاست و حکومت کے متعلق خاص خاص وصیتیں و ہدایتیں کی ہیں، کتاب میں مختلف مناسبتوں سے ۶۵ مقام پر نواب صاحبؒ نے عاشقانہ وارفتگی اور مریدانہ عقیدت مندی کے ساتھ حضرت سید صاحبؒ اور آپ کے رفقاء کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات و کمالات درج کئے ہیں جن میں سے اکثر آپ کے چشمدید ہیں۔

حاضر مسلمی الہند و غابرہم (عربی) مولانا مسعود عالم صاحب ندوی مدیر "الضیاء" کا ایک سلسلۂ مضامین ہے جو مصر میں ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع ہو رہا ہے اس کی ایک فصل الحرکۃ الوھابیۃ الھندیۃ السیاسیۃ ہے

ترجمۃ السید الامام (عربی) مؤلف سیرت سید احمد شہیدؒ کا ایک مقالہ جو مصر کے رسالہ "المنار" میں اور علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع ہوا ہے۔

الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور (اردو) یہ مولانا عبدالرحیم صاحب صادقپوری اسیر پورٹ بلیر و ملزم مقدمہ سازش ۱۸۶۴ء کی تالیف ہے، اپنے خاندانی حالات و انساب کا مجموعہ اور سید صاحب کے خلفاء و متبعین کی سب سے بڑی پرجوش و سرفروش، مخلص اور کارگزار جماعت اہل صادقپور کا

سے پل پر سے ہو کر لاہور جاتا تھا، سید صاحب نے دونوں ناکوں پر محافظ بٹھا دئے جن کی تعداد ضرورت سے کم تھی، مسلمانوں کی بدنصیبی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی اور اس کا سب سے زیادہ اور آخری درجہ (اور افسوس ہے کہ انہیں کے ہاتھوں) پیش آنے والا تھا، شیر سنگھ بالاکوٹ کی تسخیر کو ناممکن سمجھ کر واپس جانے والا تھا کہ محافظین میں سے کسی شخص نے اس کو کوہستانی راستہ کا مفصل حال بتا دیا[1] اور اس کے آدمی کو ساتھ لاکر اچھی طرح سے وہ راستہ دکھا دیا۔ راجہ نے ایک دن پچھلی رات سے تیاری کر کے دفعۃً اس راستہ کے محافظ دستہ پر حملہ کر کے ناکہ پر قبضہ کر لیا اور سید صاحب کو اطلاع ہوتے ہوتے تمام لشکر پہاڑ پر مور و ملخ کی طرح چھا گیا۔

اسوقت مجاہدین نے اپنی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی، خوشی سے ہر ایک کا رنگ چمک رہا تھا اور خون جوش پر تھا، سب نے اپنے بھائیوں سے اپنا کہا سنا معاف کرایا۔ سید صاحب نے ایسی تیاری کی جیسے کہیں جانا ہو، راوی کہتا ہے کہ "آپ اسوقت ملکی صفات میں تھے، آپ کا چہرہ ایسا دمک رہا تھا کہ کسی کی نظر اس پر نہیں ٹھہرتی تھی"۔

قائدین نے لشکر کو ترتیب دی، مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر لڑے۔ شاہ اسمٰعیل صاحب کی حالت ہی دوسری تھی، برسوں کے ارمان نکلنے کا وقت آیا تھا، آپ نے اپنی مردانگی، خارق عادت شجاعت اور حرارت ایمانی کے آخری جوہر دکھائے، اور آخر اپنا سر دے کر وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کو اسوقت سے بوجھ معلوم ہو رہا تھا، جب سے کہ آپ نے جہاد و شہادت کے فضائل پڑھے تھے

---

(۱) سوانح احمدی

اسلامی طریقہ پر دفن کرادیا۔(۱)

بعد میں جب اہل قریہ آئے تو انھوں نے دوسری لاشوں کو بھی سپرد خاک کردیا۔ باقی ماندہ اشخاص پہاڑوں اور وادیوں میں منتشر ہو گئے، ان میں سے کچھ نواب وزیرالدولہ مرحوم والی ریاست ٹونک کی دعوت و درخواست پر مع سید صاحبؒ کے اہلبیت کے ٹونک چلے گئے اور بقیہ زندگی عبادت و خدمت خلق و اشاعت سنت میں گزار دی، نواب جنت مکاں نے انکی قدردانی و تعظیم و اکرام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور جو ایک فدائی پیر بھائی، ایک مومن اور ایک بلند حوصلہ رئیس کر سکتا ہے آپنے ان کے ساتھ کیا۔

دوسرے اصحاب ستھانہ چلے گئے اور انھوں نے وہاں اپنا فوجی مرکز اور شرعی نظام قائم کرلیا اور جن اصول پر ان کے بزرگوں نے بالاکوٹ میں جان دی تھی انھیں اصول پر وہ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا، اس جماعت کے کارناموں اور اس کے دینی و سیاسی اثرات کے بیان کے لئے ایک دوسری مستقل تاریخ اور ضخیم دفتر درکار ہے۔ یہ ہندوستان کی اسلامی دینی و سیاسی بیداری کی تاریخ کا سب سے پہلا اور سب سے اہم باب ہے، اسکے بغیر ہندوستان کی آزادی و بیداری کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی، اس کی سیاسی اہمیت اور اس کے متعلق غیروں کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لئے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب "مسلمانان ہند" مطالعہ کرنی چاہیے، جو اگرچہ نہایت مبالغہ آمیز اور کہیں کہیں

(۱) سوانح احمدی

متوسلین تھے۔ سید صاحب کے ظہور کا منتظر اور آپ کے لئے چشم براہ تھا، تذکرہ دل میں متعدد واقعات ایسے ہیں کہ لوگوں نے سید صاحبؒ کو کسی مقام پر دیکھا اور پہچانا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود سید صاحبؒ نے بعض کلمات ایسے فرمائے تھے جن سے اس خیال کو تقویت ہوتی تھی مثلاً خاندان میں یہ روایت مشہور ہے، اور وقائع احمدی میں بھی مذکور ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا کہ لوگ کہینگے کہ سید احمد کا انتقال ہوگیا، یا شہادت ہوگئی، لیکن جب تک ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، سرحد و افغانستان کا غدر نہیں جائے گا میرا کام ختم نہیں ہوگا۔ (او کما قال)

مولوی یحییٰ علی صاحب عظیم آبادی پھانسی گھر میں اکثر نہایت درد سے درد کی یہ رباعی سید صاحبؒ کے اشتیاق میں پڑھا کرتے تھے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا　　جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے　　دن بہت انتظار میں گزرے

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری (مصنف سوانح احمدی و تواریخ عجیبہ) جو سید صاحب کے بہت بڑے تذکرہ نگار اور واقف حال تھے، والد مرحوم مولانا عبدالحی صاحبؒ کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں متوسل خاندان پٹنہ کے جناب سیدنا کے حضور میں انتساب بیعت رکھتا ہوں مگر براہ راست بھی مجھ کو ایک مرتبہ پھانسی گھر میں جس کا ذکر ص۶۲ کے آخری پارہ (تواریخ عجیبہ) میں درج ہے اور ایک مرتبہ بروقت رہائی سنہ ۱۳۰۰ھ میں پیام وسلام پہونچنے کا فخر حاصل ہوا ہے اور مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات و ظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا۔ مولوی حیدر علی صاحب اور ان کے فرزند کو

سنہ ۱۳۰۲ھ میں زیارت کا فخر حاصل ہوا، مولوی سید علی صاحب تو بعد حصول قدمبوسی چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور ان کے فرزند زندہ موجود ہیں"

یہ ۶ر فروری سنہ ۹۲ء کا خط ہے ارمغان احباب میں والد مرحوم نے بسند صحیح (۱) حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سید صاحبؒ سے دس باتیں سُنی تھیں، جن میں سے نو پوری ہو چکیں ایک باقی ہے یعنی آپ کی غیبوبت وظہور۔

والد مرحوم نے حضرات دیوبند کے استفسار پر اپنی یہ رائے ظاہر کی جس سے ان حضرات نے بھی اتفاق کیا کہ "اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سید صاحب نے اس قسم کی پیشین گوئیاں بیان فرمائی ہیں لیکن وقوع میں اب تک اشتباہ ہے" (۲)

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری نے سوانح احمدی میں جو اس خط کے بعد کی تصنیف ہے اسکے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے وہ انھیں کے الفاظ میں گزر چکا ہے۔

"ایسی بھی بہت روایتیں ہیں کہ اس واقعہ بالاکوٹ کے بعد متعدد لوگوں نے سید صاحب اور ان کے رفیقوں کو دیکھا" اس میں شک نہیں کہ آپ کی شہادت اور غیبوبت میں روز اوّل سے اختلاف ہے مگر اب بسبب بعد زمانہ کے جو ساٹھ برس سے بھی زیادہ ہو گئے، خیال غیبوبت خود بخود لوگوں کے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے۔ سید صاحبؒ کی چھوٹی بیوی صاحبہ جن سے قبل از معرکہ بالاکوٹ سید صاحبؒ نے اپنی غیبوبت کی پیشین گوئی کی تھی اور سید صاحب کے اکثر اقربار

(۱) والدؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ اور حافظ احمد صاحب و مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے اور وہ مولانا رشید احمد صاحب روایت کرتے ہیں۔ (۲) ارمغان احباب

اور اہل قافلہ آپ کی غیبوبت کے قائل تھے مگر پنجاب اور ہندوستان کے اکثر آدمی بلاکر شہادت کو غلبہ دیتے ہیں"۔

ظاہر یہی تھا کہ حضرت کی شہادت ہوگئی ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات کی بناء پر یا گرتے ہوئے دلوں کو تھامنے کے لئے، یا بعض حلقوں میں جوش عقیدت میں کچھ دنوں تک یہ خیال قائم رہا مگر بعد زمانہ سے کمزور پڑتا گیا، مولوی محمد جعفر صاحب جیسے عاشق صادق جن کو اپنی موت کی طرح سید صاحب کی حیات کا یقین تھا، اپنی آخری تصنیف میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ "بسبب بعد زمانہ کے یہ خیال خود بخود لوگوں کے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے اور پنجاب و ہندوستان کے اکثر آدمی بلاکر شہادت کو غلبہ دیتے ہیں"۔